ابنِ صفی سے انٹرویو

بشیر نیاز

بشیر نیاز: ابنِ صفی صاحب! آپ نے جاسوسی ناول لکھنے کا آغاز کب کیا اور جاسوسی چیزیں لکھنے کی تحریک آپ کو کیوں کر ہوئی؟

ابنِ صفی: یہ ۱۹۵۲ میں الٰہ آباد کا واقعہ ہے۔ ایک جگہ کتابوں کا مسئلہ زیرِ بحث ایک بزرگوار بولے اردو میں صرف جنسی اور فحش کتابیں ہی زیادہ بک سکتی ہیں۔ میں نے کہا قطعی غلط ہے۔ ابھی ایسے کئی موضوعات ہیں جنہیں ہاتھ نہیں لگایا گیا اور وہ اپنے لیے اچھی خاصی مارکیٹ بنا سکتے ہیں۔

لوگوں نے زبردست مخالفت کی کہ یہ ممکن نہیں میں نے کہا اچھی بات ہے۔ میں کوشش کروں گا۔ شاید بات آپ کی سمجھ میں آجائے۔

اس بحث کے بعد کچھ روز گزار کر میں نے الٰہ آباد ہی سے ایک رسالہ "جاسوسی دُنیا" کے نام سے جاری کیا جس میں ہر ماہ ایک جاسوسی ناول پیش کیا جاتا تھا۔

بشیر نیاز: وہ بات تو رہ ہی گئی کہ آپ کو جاسوسی ناول لکھنے کی تحریک کیسے ہوئی یا آپ اس طرف رجوع کس طرح ہوئے؟

ابنِ صفی: بچپن میں تیسی رام پوری کا ایک ناول پڑھا تھا۔ اس کا نام تھا طلسمی فوّارہ۔ یہ پہلا ناول تھا جو میں نے پڑھا۔ اس وقت میری عمر کوئی دس گیارہ برس کی ہوگی۔ اسی سے مجھے چاٹ لگی۔ اس کے بعد میں نے انگریزی میں بہت کچھ پڑھا۔ آرتھر کانن ڈائل، اگاتھا کرسٹی، ارل اسٹینلے گارڈنر اور ایڈگر والیس وغیرہ۔

بشیر نیاز: آپ کے نزدیک جاسوسی ناول لکھنے والوں میں سب سے بڑا کون ہے لکھنے کے فن اور تکنیک کے اعتبار سے؟

ابنِ صفی: میرے خیال میں سر آرتھر کانن ڈائل کی ٹکر کا آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اس کے ہاں ہر چیز کا منطقی جواز مل جاتا ہے۔ ایک وہی شخص ہے جو پڑھے لکھے دماغ کی تشفی کر سکتا ہے اور مجھے آج تک اس کی کسی کہانی میں جھول نظر نہیں آیا۔

بشیر نیاز: سر آرتھر کانن ڈائل کے بعد جاسوسی کہانی بیان کرنے کا فن آگے

بڑھا ہے یا اس فن کو کوئی اور فن کار نصیب نہیں ہُوا ؟

ابنِ صفی : سر آرتھر کانن ڈائل کے بعد نئے نئے میدان ضرور دریافت ہُوئے ہیں اور پھر سر آرتھر کانن ڈائل کے وقت وہ آلات نہ تھے وہ الجھاوے نہ تھے جو آج ہیں۔ سر آرتھر کانن ڈائل کے بعد اگر کوئی شخص صاحبِ طرز پیدا ہُوا ہے یا نظر آتا ہے تو وہ اَرل سٹینلے گارڈنر ہے اس نے ایک نیا میدان دریافت کیا ہے ورنہ بقیہ لکھنے والے کانن ڈائل کی بنائی ہوئی چوحدّی سے باہر نہیں نکل سکے۔

بشیر نیاز : آپ کے خیال میں اُردو میں سب سے پہلا جاسُوسی ناول کب لکھا گیا اور کیا وہ کسی سے متاثر تھا ؟

ابنِ صفی : میرے خیال میں قیسی رام پوری کا طلسمی فوارہ ہی تھا جو اُنہوں نے بعد میں "رانی" کے نام سے چھاپا۔ اگرچہ وہ ناول خالص جاسُوسی نہیں لیکن اس میں جاسُوسیت کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اردو ادب میں سب سے بڑی چیز جس سے کسی نے کچھ سیکھا ہی نہیں اور جس سے لوگ بہت کچھ سیکھ سکتے تھے وہ "طلسمِ ہوشربا" ہے اس میں عمرو عیار کی عیاریوں سے بہترین قسم کے جاسوسی ناول کا ٹکف آتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میرے تخیل کو زرخیزی طلسمِ ہوشربا ہی سے نصیب ہُوئی ہے میں نے طلسمِ ہوشربا کے سارے دفاتر چاٹ ڈالے۔ میں اپنے ناولوں میں یقینی طور پر طلسمِ ہوشربا ہی سے متاثر ہُوں اور انگریزی میں لکھنے والوں کا لوہا ضرور مانتا ہوں مگر ان سے متاثر نہیں ہُوں۔

بشیر نیاز : آپ جاسوسی ناول کا پلاٹ کس طرح بناتے ہیں اور کتنے دِنوں میں لکھ لیتے ہیں ؟

ابنِ صفی : بعض اوقات ناول کا کوئی پلاٹ ہی نہیں ہوتا۔ واقعات کے سہارے چلتا ہوں اور پلاٹ بنتا چلا جاتا ہے۔ بسا اوقات آرٹسٹ کتاب کے ٹائیٹل کا ڈیزائن بنا کر لاتا ہے اور اسے دیکھ کر میں پلاٹ بنا ڈالتا ہُوں۔

رہا ناول لکھنے کا سوال تو ایک ناول پندرہ سولہ دن میں مکمل کر دیتا ہُوں۔

بشیر نیاز : آپ کے نزدیک ایک جاسُوسی ناول کی تعریف کیا ہے ؟

ابنِ صفی : ایسا ناول جسے ختم کیے بغیر ـــــ ہاتھ سے رکھنے کو جی نہ چاہے۔ میری دانست میں ایک اچھے جاسوسی ناول کی یہ سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

بشیر نیاز : جاسُوسی ناول لکھتے وقت آپ کے پیشِ نظر کیا مقصد ہوتا ہے ؟

ابنِ صفی : جاسُوسی ناول لکھنے سے مقصد صرف تفریح !

بشیر نیاز : کیا آپ معاشرے کا اخلاقی پہلو بھی مدِ نظر رکھتے ہیں اور کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کا طرزِ تفریح ذہنوں پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے ؟

ابنِ صفی : اخلاقی پہلو کو فیشن کے طور پر مدِ نظر رکھتا ہُوں۔ جاسُوسی ناول لکھنے سے میرا مقصد اصلاح کبھی نہیں ہوتا۔ اصلاح میرے نزدیک ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ اصلاح کے لیے میں نے جاسُوسی ناول نہیں لکھے۔

سُنا جاتا ہے کہ بعض عُلما کا خیال ہے کہ جاسُوسی ناولوں کی وجہ سے جرائم پھیلتے ہیں لہٰذا میری دانست میں قرآن شریف میں سے قصّۂ یوسف و زلیخا پڑھ کر بھی انسان جنسی جرائم کی طرف مائل ہو سکتا ہے حالانکہ اس کتابِ مقدس کا یہ مقصد نہیں۔

بشیر نیاز : اچھا یہ بتایئے کہ آپ نے اپنے ناولوں کے بارے میں کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ انہیں فلم کی شکل میں پیش کیا جائے ؟

ابنِ صفی : نہیں، یہ کبھی نہیں سوچا کہ وہ فلمائے بھی جائیں میرے ناولوں کے چند مستقل کردار ہیں ہیں نہیں چاہتا کہ ان کی مٹی پلید ہو پھر یہ کہ اگر انہیں اسٹیج یا اسکرین پہ پیش کر دیا جائے گا تو وہ ساری کشش کھو دیں گے۔ میرے کرداروں کے ہر نام سے مختلف ذہنوں نے مختلف تصویریں بنا رکھی ہیں اگر انہیں اداکاروں نے اسکرین پہ پیش کیا اور وہ صُورتیں میری کتابوں کے پڑھنے والوں کی توقعات کے خلاف نکلیں تو اس کا اثر بُرا ہوگا۔ . . ہاں البتہ فلم کے لیے مجھ سے ایک علیحدہ کہانی لکھوائی جائے تو یہ ٹھیک ہے۔ میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ میرے ناولوں پر فلم بنایا جائے۔

بشیر نیاز : ہمارے ملک میں جیسی جاسُوسی فلمیں بنائی جا رہی ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟

ابنِ صفی : ان فلموں کو جاسُوسی فلمیں تو کہنا ہی نہیں چاہیے۔ یہ تو ایک طرح کی اسٹنٹ فلمیں ہوتی ہیں اور اسٹنٹ فلم اور جاسُوسی فلم میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اپنے ملک کے ہدایت کاروں میں مجھے کسی میں بھی سلیقہ نظر نہیں آتا کہ وہ جاسُوسی فلم بنا سکتا ہے۔ ان لوگوں سے پُوچھا جائے کہ آپ ایسی فلمیں کیوں بناتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پبلک پسند ہی ایسی فلمیں کرتی ہے کہ ہزار گانے اور پندرہ ہزار ڈانس ہوں۔ ہم لوگ فلم میں کہانی کے لیے کنوئیس کہاں سے لائیں۔ حالانکہ یہ قطعی غلط ہے۔ اگر کہانی ڈھنگ کی ہو۔ . . اور اُسے ڈھنگ سے فلمایا جائے تو لوگ متوجہ ضرور ہوتے ہیں اور انہیں نہ گانوں کی فکر ہوتی ہے نہ ناچوں کی۔ میں نے ہچکاک کی کئی فلموں کے بلڈس فُل دیکھے ہیں اور ان میں اَن پڑھ لوگ ۶۰ فیصد تھے۔

بشیر نیاز: کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ اپنی کسی کہانی کو خود ڈائریکٹ کریں؟

ابنِ صفی: ستّر سال کا ہو جاؤں گا تب، اگر مہلت ملی تو اس طرف دھیان کروں گا۔ ابھی ان کے پیشِ نظر میں کافی نوجوان ہوں؟

بشیر نیاز: جاسوسی فلم سازوں میں آپ کا پسندیدہ کون ہے؟

ابنِ صفی: میں نے ایلفرڈ ہچکاک کا ذکر کیا تھا وہ ظالم کیمرے سے اس قدر سسپنس پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی نظر میں جچا ہی نہیں۔

بشیر نیاز: ابنِ صفی صاحب! آپ نے جاسوسی ادیبوں میں سر آرتھر کانن ڈائل کو برتری دی تھی اور اب فلم سازوں میں ہچکاک کا نام لیا ہے۔ یہ بتایئے جہاں تک سسپنس کا تعلق ہے اس میں سر آرتھر کانن ڈائیل کا قلم زیادہ کامیاب ہے یا ہچکاک کا کیمرہ؟

ابنِ صفی: یہ ظاہر ہے کہ کیمرہ کے لیے کچھ دشواریاں ہوتی ہیں۔ اگر لوگ فلم کو کتاب کے نکتہ نظر سے دیکھنا شروع کر دیں تو یہ زیادتی ہے۔ کتاب میں اظہار کے لیے الفاظ ہوتے ہیں اور ادیب ان کے

ذریعہ اظہار آسانی سے کر سکتا ہے۔ فلم ساز کے پاس کیمرہ ہوتا ہے اور وہ اسی چیز کا اظہار کر سکتا ہے جسے کیمرہ دیکھ سکتا ہے۔ اس کے باوجود ہچکاک کی کوئی فلم دیکھ کر میں نے تشنگی محسوس نہیں کی اور یہ کہتے ہوئے میں اس کی فلم "دی برڈ" کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ میں اس کی جاسوسی فلموں کی بات کر رہا ہوں۔